پروفیسر وہاب اشرفی ہمہ جہت اور عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ ادب سے ان کی والہانہ فریفتگی وشیفتگی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ وہ بہ یک وقت محقق، بے نظیر نقاد، صحافی، تاریخ نویس،باکمال استاد اور افسانہ نگار تھے۔ آزادیِ ہند کے بعد اردو ادب میں تنقید نگاری کو افکارِ تازہ عطا کرنے والوں میں سید وہاب اشرفی بھی ایک اہم نام ہے۔ اپنے مخصوص تنقیدی نظریات و تصورات کی وجہ سے اردو تنقید میں وہاب اشرفی بلند مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے نہ صرف اپنے شعور وفکر کا گہرا، مربوط اور مستحکم نقش چھوڑا بلکہ اپنی علمی وتنقیدی صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ بھی کیا۔ساتھ ہی اپنے اندر موجود تنقید کی فطری صلاحیت کو مغربی اصول ونظریات کے عمیق مطالعے سے بامِ عروج تک پہنچا یا۔ان کی تنقیدی صلاحیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ نثری صنف ہو یا شعری یکساں طورپر نقدوپرکھ کی صلاحیت ان کے اندر موجود تھی۔ انھوں نے ادبی روایات کا ہمیشہ احترام بھی کیا ہے، اپنی وسیع القلبی کے ساتھ آتی جاتی لہروں کا خیر مقدم بھی کیا ہے۔ مختلف ادبی تحریکوں اور نظریات نے ناقدین کو بھی مختلف خیموں میں تقسیم کیا ہے۔ آج ہر بڑا ناقد کسی نہ کسی رجحان یا دبستان سے وابستہ نظر آتا ہے۔ اس تصادم اور نظریاتی علاحدگی کے ماحول میں وہاب اشرفی ایسے ناقد ہیں جن کا امتیازی وصف یہ ہے کہ انھوں نے کسی دبستان سے خود کو باضابطہ وابستہ نہیں کیا۔ذہن کو کھلا رکھا۔ چنانچہ ان کی ادبی اہمیت اردو کے نامور ناقدین میں مسلّم ہے۔ ان کے قلم سے تقریباً دو درجن کتابیں شائع ہو چکی ہیں جس کے ذریعے اردو تحقیق وتنقید میں گراں قدر اضافہ ہواہے۔

Scanned with CamScanner

سیدوہاب اشرفی نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کی شروعات صحافت سے کی۔ کلکتہ کی سکونت کے دوران مشہور اخبارات 'عصرِ جدید'، 'الحق' اور 'اخوت' وغیرہ سے وابستہ رہے اور گیا سے شائع ہونے والا رسالہ 'آہنگ' اور 'مورچہ' میں بھی اپنی خدمات دیں۔ پھر رسالہ 'صنم' میں مدیر رہے جو تقریباً پانچ برسوں تک جاری رہا اور اس مختصر سی مدت میں اس رسالے نے نہ صرف مقبولیت حاصل کی بلکہ دو اہم شمارے 'بہار نمبر' اور 'افسانہ نمبر' کے نام سے شائع کیے جو تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔پٹنہ سے سہ ماہی 'مباحثہ' نکال رہے تھے جو ان کی زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا۔ اس رسالے نے اردو رسائل میں ایک الگ مقام حاصل کیا، بالخصو ص اردو نسل کا ہر دل عزیز رسالہ رہا ہے جس نے نو وارد ادیبوں، شاعروں اورفکشن نگاروں کو نہ صرف جوڑنے کا کام کیا بلکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے۔

Scanned with CamScanner

موصوف نے آدھے درجن کے قریب مجموعہ ہائے مضامین بھی یادگار چھوڑے ہیں 'معنی کی تلاش' (1978) وہاب اشرفی کے ان مقالات کاپہلا مجموعہ ہے جو ملک کے معتبر رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے تھے۔ اس کا ایک مضمون 'افسانے کا منصب' جو تھوڑا طویل ہے مسلسل موضوع بحث رہا۔ اس مجموعے کا ہر مقالہ موضوع سے پوری طرح انصاف کرتا ہے۔دوسرامجموعہ 'آگہی کا منظر نامہ' (1989) ہے۔ یہ اپنے مشمولات کے اعتبار سے خاصا وقیع ہے۔ خاص طورپر تحقیق وتنقید کا باہمی رشتہ، اردو میں دانشوری، کلامِ اقبال کے نثری معانی، جمیل مظہری اور غیاث احمد گدّی کا فنی مطالعہ اہم ہیں۔ تیسرا مجموعہ'اردو فکشن اور تیسری آنکھ' (1995)فکشن سے متعلق وہاب اشرفی کی نکتہ رسی کو واضح کرتا ہے۔ انھوں نے اس میں فکشن کے بنیاد گزاروں کے ساتھ معاصر فنکاروں کا بھی جائزہ لیا ہے اور بالخصوص تقابلی موازنہ کرتے ہوئے معاصر فکشن کے امتیازات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ مضامین کا چوتھا مجموعہ 'حرف حرف آشنا' (1996) ہے۔ اردو کے اہم ترین شعرا غالب، مومن، اقبال اور چند دوسرے اہم شعرا پر ان کا فوکس ہے اور ان کی شاعری کے علامتی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ اس میں شاعری اور شعریات کے بعض اہم نکات زیرِ بحث آئے ہیں۔ اس میں انھوں نے جدید تنقیدی رویے کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ 'معنی سے مصافحہ' (2005) یہ ان کے تنقیدی مضامین کا پانچواں مجموعہ ہے۔یہ اس وجہ سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں جہاں ایک طرف اردو کے کلاسیکی شعرا سودا اور غالب تودوسری طرف علقمہ شبلی کی شاعری پر مضامین ہیں وہیں قدیم وجدید شعری منظر نامے کا احوال بھی درج ہے۔ساتھ ہی معاصر فکشن کے نمائندہ لکھنے والوں مثلاً جیلانی بانو، احمد

Scanned with CamScanner

اس کے علاوہ مجموعہ ہائے مضامین 'معنی کی جبلت'، 'معنی کا مسئلہ' تقاریظ اور تبصروں کا مجموعہ 'نکتہ نکتہ تعارف' اور حال ہی میں ان کی ایسی کتابیں شائع ہوئی تھیں جنھوں نے اردو دنیا کو چونکا دیا۔ مثلاً 'مشرقی ومغربی تنقید'، "مارکسی 'فلسفہ اشتراکیت اور اردو ادب'، 'ادراک معنی اورپسِ آئینہ' وغیرہ۔ اس میں دو کتابیں 'مشرقی ومغربی تنقید' اور 'مارکسی فلسفہ اور اشتراکیت' اپنے موضوع کے اعتبار سے بے حد اہم ہیں اور وسیع ووقیع مطالعہ کا نمونہ بھی۔مارکسی فلسفے اور اشتراکیت پر تو شاید ہی اتنی شرح وبسط سے کوئی کتاب لکھی گئی ہو۔ وہاب اشرفی نے مونو گراف بھی لکھے ہیں جو مختصر ہونے کے باوجود دلچسپ اور اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ ساہتیہ اکادمی کے زیرِ اہتمام ہندوستانی ادب کے معمار سیریز کے تحت قاضی عبد الودود(1999)، مجروح سلطانپوری (2003اورکلیم الدین احمد (2011) پر مونوگراف لکھ کر خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

ہے
موصوف کے تحقیقی اور تاریخی کارناموں پر نظر ڈالتے ہیں تو1975 میں مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی 'اردو نثر کے ارتقا ء میں شاد عظیم آبادی کا حصہ' کتابی صورت میں شائع ہو کر مقبول ہوا۔ 'کاشف الحقائق : ایک مطالعہ' (1982) تدوین کے جدید اصولوں کی روشنی میں مدون کیا اور ایک مبسوط مقدمہ لکھ کر اس کی اہمیت کو واضح کیا۔ امداد امام اثر کی جانب بطورِ خاص لوگوں کی توجہ دلائی اور اس کتاب کے مثبت ومنفی پہلوؤں پر غیر جانبدارانہ رائے قائم کی۔ 'سہیل عظیم آبادی اور ان کے افسانے' (1982) موصوف کی ایک اور اہم کتاب منظرِ عام پر آئی جو کہ انھوں نے اپنے ہم عصر پر لکھی ہے۔ اس کتاب میں سہیل عظیم آبادی کے نمائندہ افسانوں کا تجزیہ کرتے ہوئے انھوں نے متن کی روح میں اترنے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سہیل کا فن پریم چند سے مختلف تھا۔

1991 سے 2005 تک وہاب اشرفی نے'تاریخ ادبیاتِ عالم' کی سات جلدیں پیش کرکے اپنی تحقیقی اور قاموسی شخصیت کا لوہا منوالیا۔ ان سات جلدوں میں دنیا کی بیشتر ترقی یافتہ زبانوں کے نمائندہ ادب کا جائزہ لیا گیا ہے۔اس نوعیت کے پروجکٹ عام طورپر ادارے یا تنظیم انجام دیتے ہیں مگر وہاب اشرفی کی ذاتِ با برکات کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے تن تنہا اس مشکل کام کو نہ صرف پاےۂ تکمیل تک پہنچایا بلکہ مختلف قوموں اور ملکوں کے مرکزی دھاروں کو گرفت میں لے کر قارئین کو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ادب کے گرانقدر خیالات وتصورات سے واقفیت کرانے کا لا زوال فریضہ انجام دیا۔ یہاں وہاب اشرفی کی حیثیت ایک انجمن کی سی معلوم ہوتی ہے۔

پروفیسر شمس الرحمن فاروقی ان کی اس ادبی کاوش کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

Scanned with CamScanner

2007 میں وہاب اشرفی نے ایک اور قاموسی اور تاریخی کارنامہ انجام دیا۔ تین جلدوں میں 'تاریخ ادب اردو' لکھ کر دنیائے اردو کو حیرت زدہ کردیا۔یہ اردو میں اب تک کی سب سے اپٹوڈیٹ تاریخ ہے۔ اس میں 2000 تک کے فنکاروں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب پر موصوف کو ساہتیہ اکادمی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ فن سوانح نگاری میں ان کی آپ بیتی 'قصہ بے سمت زندگی کا' سولہ ابواب پر مشتمل ہے، جس میں ان کی ذاتی اور سماجی افکار وزندگی کا ذکرملتا ہے۔ساتھ ہی انپے عہدِمعاشرت اور معاصرین کے ادبی خیالات سے بھی روبرو کراتی ہے۔

اگر ہم وہاب اشرفی کے اسلوب کی بات کریں تو ان کا پیرایہ اظہار بے حد سلیس، عام فہم، چھوٹے چھوٹے جملوں اور فقروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان کی نثری تحریرمیں ایک شاعرانہ شگفتگی کا عکس نظر آتا ہے جو قاری کو اسیر کر لیتی ہے۔بیان میں کسی طرح کا کوئی الجھاؤ یا ابہام نہیں ہے۔ ان کے اسلوب میں پختگی اور ادبی رنگ نمایاں طورپر نظر آتا ہے جس کے پس منظر میں مطالعے کی وسعت اور تجربات کی جدت محسوس کی جا سکتی ہے۔

Scanned with CamScanner